اسلامی تصور ریاست اور غیر اسلامی نظریہ ریاست کا تقابلی جائزہ

Comparison of Islamic consept of state and non Islamic Idea of State

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد العلی اچکزئی*

ABSTRACT:

In an Islamic state, the leader is obliged by the Quran to run the affairs of the people using 'Shura' (consultation). He is elected based upon confidence to lead, not on his policies, because he is obliged to derive laws based upon the Quran and Sunnah، and has no option to not implement the clear laws contained therein, even if not convenient for gov:, which provides full protections for people's rights at all times. In a(Western)secular Democracy, the leaders are not obliged to consult the people in running the affairs (nor fulfil their promises). They derive laws from what is convenient, and may (and do) take away people's rights using that justification.In Islam, the leader remains in power until he becomes unjust or incompetent. In a (Western) secular Democracy, the leader remains in power despite being unjust or incompetent, and may get elected again if he can lie to the people to persuade them he is the lesser of two evils.

An Islamic State is based upon sovereignty to the Creator, who doesn't change his mind, it not prone to prejudice, bigotry or ignorance. A (Western) secular Democracy is based upon sovereignty of the

* Dean Faculty of Education & Humanities , UoB, Quetta.

Individual, who does change their mind, is prone to prejudice, bigotry and ignorance. This article explains deeply about Comparison of Islamic consept of state and non Islamic Idea of State.

ریاست کا مفہوم: ریاست کا مفہوم ہم اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح بیان کرسکتے ہیں کہ:

"ریاست لوگوں کا ایک ایسا گروہ ہے جن کے پاس ایک مخصوص علاقہ یا خطہ زمین ہو جن کی ایک منظم حکومت ہو، جسے اس گروہ کے تمام لوگ اور تنظیمیں تسلیم کرتی ہوں اور ہر قسم کے بیرونی دباؤ اور طاقت سے آزاد ہوں"[1]

ریاست کی تعریف کرتے ہوئے وڈرو ولسن(Widrow Wilson)لکھتے ہیں:

"ریاست سے مراد انسانوں کی وہ جمعیت ہے جو عموماً زمین کے ایک حصہ پر موجود ہو، جس میں اکثریت کی رائے اقلیت پر فوقیت رکھتی ہو"[2]

اسی طرح شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

واعنی بالمدینۃ جماعۃ تقاربۃ تجری بینھم المعاملات ویکونون اھل منازل شتی،والاصل فی ذلك ان المدینۃ شخص واحد من جھۃ ذلك الربط مرکب من اجزء وھیئۃ اجتماعیۃ۔[3]

ترجمہ: اہل مدینہ (ریاست) سے وہ جماعتیں مراد ہیں جو قریب قریب آباد ہوں، ان میں باہم معاملات ہوتے ہیں اور جدا جدا مکانوں میں بودوباش رکھتے ہوں،سیاست مدن میں اصل امر یہ ہے کہ تعلقات کی وجہ سے شہر گویا ایک شخص ہوا کرتا ہے جس کی ترکیب اجزاء اور مجموعی ہیئت سے ہوتی ہے۔

اسی طرح اسلامی ریاست سے مراد اعلیٰ معاشرتی ادارہ ہے جس میں تمام لوگوں کے دینی

اور دنیاوی معاملات اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے قوانین کے مطابق طے کئے جائیں۔

ریاست کی ضرورت واہمیت:

انسان فطرتاً اجتماعی زندگی کا محتاج ہے،لیکن اپنی خواہشات کی پیروی میں بعض ایسے حرکات کا مرتکب ہوتا ہے جس سے انفرادی اخلاق خراب ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی نظام میں بھی خلل پیدا ہونے کا خدشہ لگا رہتا ہے اوراپنی خود غرضی کی بناء پر دوسروں کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرتا اس لئے ایک ایسی قوت کی ضرورت ہے جو انسان کی انفرادی اوراجتماعی زندگی کو نقصان پہنچانے سے بچانے کی ضامن ہو،اسی قوت کا نام ریاست وحکومت ہے۔ریاست وحکومت کا کام یہ ہے کہ معاشرتی تعلقات، معاشی معاملات، تمدنی احوال، غرض زندگی کے ہر شعبہ کو استوار کرے اوراس کی حفاظت و نگرانی کی ذمہ دار رہے۔ریاست وحکومت کا یہ بھی کام ہے کہ وہ افراد کی ضروریات مثلاً خوراک، عدل، تعلیم اور صحت وغیرہ کے لئے سہولتیں پیدا کرے نیز بحیثیت مجموعی ملک کے استحکام اور حفاظت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے ان سے آراستہ رہے۔مولانا محمد ادریس ریاست کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بہت سے افراد ایسے ہیں جو خود غرضی اور شہوت پرستی سے خالی نہیں اور خود غرضی اور شہوت پرستی ہی تمام فتنوں اور برائیوں کی جڑ ہے، جس کا عقلاً وشرعاً انسداد ضروری ہے،اس لیے کہ قتل اور خونریزی اور چوری ورہزنی اور غارتگری سب اسی خود غرضی اور شہوت پرستی سے پیدا ہوتے ہیں،اسلئے ضرورت ہوئی کہ ان مفاسد کے انسداد کے لیے ایک اجتماعی قوت ہونی چاہیے جو ملک کے افراد کو باہمی ظلم اورزیادتی سے محفوظ رکھ سکے اوراندرون ملک مظلوم کا ظالم سے حق دلا سکے اور کسی زورآور کی یہ مجال نہ ہو کہ وہ کسی کمزور کو دبا سکے اور باہر سے اگر کوئی دشمن حملہ آور ہو تو یہ اجتماعی قوت اس کا مقابلہ اور مدافعت کرسکے، سو اس اجتماعی قوت کا نام حکومت اور

سلطنت ہے، جو ملک کے اندرونی اور بیرونی فتنہ کا انسداد کر سکے"[4]

مختلف نظام ہائے سیاست:

اس وقت تک دنیا میں جو نظام ہائے سیاست معروف رہے ہیں، ان کو اس طرح تقسیم کیا جاسکتا ہے: (1) اسلامی نظام سیاست (2) بادشاہ (3) اشرافیہ (4) جمہوریت (5) اشتراکیت وغیرہ۔

(1) اسلامی نظام سیاست و حکومت:

اسلامی حکومت وہ ہے کہ جس حکومت کا نظام شریعت اسلامیہ کے قانون کے ماتحت ہو، یعنی ایسی حکومت جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہو اور من حیث الحکومت اپنا مذہب اسلام بتاتی ہو، یعنی یہ اقرار کرتی ہو کہ حکومت کا من حیث الحکومت مذہب اسلام ہے اور قانون شریعت کی پیروی واتباع کو اپنے لیے دل اور زبان سے لازم اور ضروری سمجھتی ہو تو ایسی حکومت حکومت اسلامیہ ہے۔

(2) بادشاہت:

شاید تاریخ عالم میں سب سے زیادہ جاری اور نافذ رہنے والا سیاسی نظام بادشاہت کا نظام ہے جو اپنی مختلف صورتوں میں شروع سے لے کر آج تک نافذ چلا آتا ہے اور تاریخ کے بیشتر حصوں میں اس کا عمل دخل زیادہ رہا ہے، کہنے کو بادشاہت ایک لفظ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ سربراہ حکومت بادشاہ کہلاتا ہے، وہ شخصی طور پر حکومت کرتا ہے اور اس کی حکومت شخصی حکومت ہوتی ہے، لیکن اس کی شکلیں مختلف ادوار اور مختلف ممالک میں مختلف رہی ہیں، ایک جیسی نہیں رہیں، دوسرے الفاظ میں بادشاہت کی بھی بہت سی قسمیں ہیں: مثلاً مطلق العنان، شورائی، مذہبی اور دستوری بادشاہت۔

(3) اشرافیہ کا نظام:

اشرافیہ ایک گھڑا ہوا لفظ، اشراف سے نکلا ہے، اشراف کہتے ہیں شریف لوگوں کو یعنی

ایسے لوگ جو معاشرے میں عظمت کا کوئی مقام رکھتے ہوں، ان کو اشراف کہا جاتا ہے، اس نظام کا خلاصہ یا اس نظام کے پیچھے نظریہ یہ ہے کہ حکومت کرنا ہر انسان کے بس کا کام نہیں ہے اور نہ ہی اس کا حق ہر انسان کو پہنچتا ہے، بلکہ حکومت کرنے کا حق کچھ منتخب لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو کچھ مخصوص حسب و نسب کے مالک ہوں، یا مخصوص اوصاف کے حامل ہوں جنکو طبقہ اشرافیہ کہتے ہیں، اشراف کے طبقے کا یہ حق ہے کہ وہ حکومت کرے۔

(5)جمہوریت:

جمہوریت کا لفظ در حقیقت ایک انگریزی لفظ Democracy کا ترجمہ ہے، جس کا بنیادی تصور یہ ہے کہ حاکمیت کا حق عوام کو حاصل ہے، لہذا جمہوریت کے معنی یہ ہوئے، ایسا نظام حکومت جس میں عوام کی رائے کو کسی نہ کسی شکل میں حکومت کی پالیسیاں طے کرنے کیلئے بنیاد بنایا گیا ہو۔[5]

(۵) اشتراکیت:

اشتراکیت کو انگریزی میں سوشلزم کہتے ہیں، جو سوسائٹی سے نکلا ہے اور اس کا مآخذ سوشل ہے جسکے معنی ہیں "سماجی یا معاشرتی" سیاسیات اور معاشیات کی اصطلاح میں سوشلزم کی تعریف یہ ہے کہ: "وہ نظام جس میں کسی ملک کے تمام ذرائع پیداوار کسی ایک فرد یا چند افراد کی ملکیت میں ہونے کی بجائے پورے معاشرے کی ملکیت قرار دئے جاتے ہیں اور اس کا مقصد معاشرے اور فرد دونوں کی فلاح و بہبود اور فرد کو زندگی کی بنیادی ضروریات کی فکر سے نجات دلانا سمجھا جاتا ہے۔[6]

اسلامی حکومت کا قیام:

دنیا کے کئی مذاہب ایسے ہیں جنہیں سیاست سے کوئی تعلق نہیں، یہی وجہ ہے کہ سیاست اور مذہب ہمیشہ ایک دوسرے کے لئے علیحدہ علیحدہ رہے اور اگر کبھی دونوں میں توافق پیدا ہوا بھی تو برائے نام اور عارضی، اس کے برخلاف مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ

جس طرح مسلمان کی زندگی کا کوئی پہلو مذہب سے علیحدہ نہیں ہو سکتا، اسی طرح اسلامی سیاست بھی دین اسلام سے علیحدہ نہیں ہو سکتی، چناچہ کنز العمال میں بیان کیا گیا ہے کہ:

اِلاسلَامُ وَالسُّلطَانُ اَخوَانِ توَامانِ لَایصلِح وَاحِدمِّنہُمَا اِلَّا بِصَاحِبِہ فَالاِسلَامُ اسّ وَ السُّلطَانُ حَارث وَمالَا اسّ لہ یھدِمُ وَمَالَا حَارِث لَہ ضَائِع[7].

ترجمہ: اسلام اور حکومت وریاست دو جڑواں بھائی ہیں، دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا، پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے اور حکومت گویا اسکی نگہبان ہے، جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔

اسلامی فکر کے تمام مکاتب خیال اس امر پر متفق ہیں کہ ملت اسلامیہ کے لئے نصب امامت لازمی ہے۔ خلیفہ اورامام کا تقرر واجب ہے، کیونکہ نظم ملت، قیام امن، حصول نفع ودفع ضرراور نفاذ احکام شریعت، امامت وخلافت کے قیام کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ اختلاف اگر ہے تو تقرروانتخاب کی تفاصیل وجزیات میں، یا اس کے طرق وشرائط میں ہے، لیکن نصب امامت کے وجوب پر کوئی اختلاف نہیں۔ یہ سب کی نگاہ میں لازمی اور ضروری ہے، اسی لئے کہ جب تک اسلامی معاشرہ اوراسلامی ریاست قائم نہ ہو، مسلمان اپنے ایمان کے تقاضے پورے نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ کے قانون کی بالادستی قائم کئے بغیر بحیثیت مسلمان زندگی نہیں گزاری جاسکتی، یہ ہمارا ایمانی تقاضا ہے کہ اسلامی ریاست تشکیل پائے، اسلامی حکومت ہو اورزندگی کے تمام معاملات خدائی قانون کے مطابق طے ہوں، ہجرت مدینہ سے پہلے خود خداوند تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی زبان اقدس سے یہ دعا منگوائی:

وَقُل رَّبِّ اَدخِلنِی مُدخَلَ صِدقٍ وَّاَخرِجنِی مُخرَجَ صِدقٍ وَّاجعَل لِّی مِن لَّدُنكَ سُلطَاناً نَّصِیراً۔[8]

ترجمہ: اور دعا کیا کریں کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لیے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرمادے۔

یعنی یا تو خود مجھے اقتدار دے یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنا تا کہ میں اس کی مدد سے تمام گناہوں کا سدباب کرسکوں۔ لہذا علماء کی نظر میں عقلاً و شرعاً مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ اپنے لیے کوئی امیر مقرر کریں جو ان کے دین کا اور ان کی دنیا کا قانون شریعت کے مطابق انتظام کرسکے اور ناموس اسلام کی حفاظت کرسکے، صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تجہیز و تکفین سے پہلے اپنا ایک امیر مقرر کیا جو ملک کا انتظام کرسکے، جس سے مسلمانوں کے دین و دنیا کا تحفظ ہوسکے، ملک کی دینی اور دنیوی ترقی اور ظالموں کی سرکوبی اور مظلوموں کی دادرسی اور فریادرسی اور عدل و انصاف کا قیام اور سرحدوں کی حفاظت بغیر امیر کے ممکن ہی نہیں، نیز مسلمانوں پر من حیث الاسلام ناموس اسلام کا تحفظ فرض ہے جو بغیر حکومت اور سلطنت کے ممکن نہیں۔

اسلامی تصور ریاست کی بنیاد:

اسلام نے ریاست و حکوت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ اس اہم اور بنیادی اصول پر مبنی ہے کہ اس کائنات پر اصل حاکمیت اللہ تبارک و تعالیٰ کو حاصل ہے اور دنیا کے حکمران اس حاکمیت کے تابع ہی حکومت کرسکتے ہیں۔ یہ اسلامی ریاست کے دستور کی سب سے پہلی اور بنیادی دفعہ ہے جو قرآن کریم نے مختلف الفاظ میں دوٹوک انداز سے بیان فرمائی ہے:

اِنِ الحکمَ اِلَّا لِلّٰہِ۔[9] ”حاکمیت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہے“

یہ آیت اور اس طرح کی دیگر آیات اس حقیقت کو واضح کررہی ہیں کہ حاکمیت اس کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، جبکہ سیکولر جمہوریت میں حاکمیت کا حق عوام کے لیے تسلیم کیا گیا ہے حاکمیت کے معنی ہیں کسی دوسرے کا پابند ہوئے بغیر حکم جاری کرنے اور فیصلے کرنے کا کلی

حکم، یہ حق سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں ہے اور اگر کوئی شخص کسی اور کو اس معنی میں حاکم قرار دیتا ہے تو در حقیقت وہ شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار ہی وہ بنیاد ہے جو اسلام کے تصور سیاست کو سیکولر جمہوریت سے بالکل الگ کر دیتی ہے، سیکولر جمہوریت میں عوام کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے پارلیمنٹ اتنی مختار مطلق ہے کہ وہ جو چاہے قانون منظور کر سکتی ہے، اگر کسی ملک کے دستور نے پارلیمنٹ کے قانون سازی کے اختیارات پر کوئی پابندی عائد کی ہوئی ہو تو اس پابندی کو بھی دستور میں ترمیم کرکے وہ جب چاہے ہٹا سکتی ہے، اسکے برخلاف اسلامی حکومت کا ناقابل تبدیلی دستور قرآن و سنت ہے جن سے ہٹ کر نہ وہ کوئی قانون بنا سکتی ہے اور نہ دستور کی کوئی ایسی دفعہ منظور کر سکتی ہے جو قرآن و سنت کے کسی حکم کے خلاف ہو۔[10]

اسلامی ریاست کی خصوصیات:

ایک اسلامی ریاست میں بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں، جن میں سے اہم درج ذیل ہیں:

1: اصولی اور نظریاتی ریاست:

اسلامی ریاست کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک اصولی اور نظریاتی ریاست ہے، اس ریاست کی بنیاد نہ نسل پر ہے اور نہ رنگ پر، نہ زبان پر ہے اور نہ وطن پر، نہ محض معاشی مفاد کا اشتراک اس کی اساس ہے اور نہ محض سیاسی الحاق۔ اس ریاست کی اصل بنیاد یہ ہے کہ یہ اسلامی نظریہ حیات کی علم بردار، اس کی تابع اور اس کو قائم کرنے والی ہے۔ جو ریاست خدا کی سیاسی حاکمیت کا اعلان کرے اور اس کے قانون کو نافذ کرنے والی بنے، وہ اسلامی ریاست ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہر ریاست کی طرح اسلامی ریاست کے لئے بھی ایک متعین علاقہ اور آبادی ہونا ضروری ہے اور اس سرزمین کی حفاظت اور اس کے باشندوں کی فلاح و بہبود ہر لمحہ اس کے سامنے رہتی ہے لیکن

اسلامی ریاست کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک نظریاتی ریاست ہے۔

اسلام میں قانون حکومت و ریاست پر فوقیت رکھتا ہے اور خود حکومت خدا کے قانون کی پابند اور اس کے تابع ہوتی ہے۔ریاست کلی اختیارات کی حامل نہیں، بلکہ یہ اپنے اختیارات خدا کے قانون سے حاصل کرتی ہے اوراس کی پابند وماتحت ہے۔ریاست کی وفاداری اسی وقت تک ہے جب تک وہ خدا اور اس کے رسول کی وفادار رہے اور اس ریاست میں احکام الٰہی نافذ ہوں، اگر شریعت کے خلاف احکام نافذ ہوں تو وہ ایک مسلمان کے لئے نا قابل قبول ہوں گے، اس پر ایسے احکام کا انکار کرنالازمی ہو گا۔اس بارے میں حضور ﷺ کا یہ جامع ارشاد ہے۔

لَاطَاعَةَ لِلمَخلُوقِ فِي مَعصِيَةِ الخَالِقِ[11]

"خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کے لئے کوئی اطاعت نہیں"

یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کا اقتدار اعلیٰ کا مسلمان ہوناضروری قرار دیا گیاہے۔غیر مسلم سے اسلامی احکام کے نفاذ کی توقع رکھناسرے سے ہی غلط ہے،اس لئے کہ نہ وہ اسلامی احکام سے خلوص رکھتاہے اور نہ اسلام کی ترقی اس کے پیش نظر ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ صرف ایسے مسلمان حاکم کی اطاعت کریں جو اسلام کے مطابق احکام صادر کرتا ہو، ایسا حاکم ہی اولی الامر کی تعریف میں آتا ہے

2:شورائی اور جمہوری ریاست:

اسلامی ریاست کا مزاج نہ آمریت کو گوارا کر سکتاہے اور نہ مورثی شہنشاہیت کو، اس کا مزاج خالص جمہوری اور شورائی ہے۔اسلامی جمہوریت کی پہلی بنیاد انسانی مساوات ہے، ارشاد ہے:

يَآ يُّهَاالنَّاسُ اِنَّاخَلَقنٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَّ اُنثٰى وَجَعَلنٰكُم شُعُوبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَكرَمَكُم عِندَ اللّٰهِ اَتقٰكُم اِنَّ اللّٰهَ عَلِيم خَبِير[12].

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور پورا خبردار ہے"۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:"عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سفید کو سیاہ پر اور سیاہ کو سفید پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، بجز تقویٰ کے"[13]

قانون کی نگاہ میں سب برابر ہیں، حاکم اور محکوم، صاحب امر اور مامور میں اسلام کوئی تمیز نہیں کرتا، قانون سب کیلئے ایک ہی ہے۔ ایک بار ایک معزز خاتون کو چوری کی سزا میں قطع ید کی سزا دی جانے والی تھی، کچھ صحابہؓ نے حضور ﷺ سے سفارش کی، آپ نے سفارش کو غصہ سے رد کر دیا اور فرمایا:

والّذی نفس محمد بیده لو سرقت فاطمة بنت محمد لقطعتُ یدها[14].

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کی مٹھی میں محمد کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ ضرور کاٹ دیتا۔

یہ ہے وہ معیاری قانون اور معاشرتی مساوات جس کا تصور کیا جاسکتا ہے ۔اسلامی جمہوریت کی دوسری بنیاد ارباب اختیار کا معتمد علیہ ہونا ہے ،یعنی یہ کہ ریاست کی ذمہ داریاں ان کو سونپی جائیں جو اس کام کے اہل ہوں اور جن پر لوگوں کو اعتماد ہو، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"تمہارے بہترین امام اور قائد وہ ہیں جن کو تم چاہتے ہو اور وہ تم کو چاہتے ہوں اور تم ان کو دعائیں دیتے اور وہ تم کو دعائیں دیتے ہوں اور تم میں بدترین رہنما وہ ہیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور وہ تم کو ناپسند کرتے ہوں اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہوں اور تم ان پر لعنت بھیجتے "[15]

اسلامی جمہوری ریاست کی تے سری بنیاد شوریٰ ہے، یعنی مسلمانوں کے معتمد علیہ افراد تمام امور سلطنت کو خدا اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق مسلمانوں کے مشورے کی روشنی میں طے کریں۔ اللہ تعالیٰ خود اپنے نبی ﷺ سے فرماتے ہیں:

وَشَاوِرهُم فِي الاَمرِ [16]. "اور ان سے معاملات میں مشورہ کرو"

اور اولی الامر کے بارے میں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَ اَمرُهُم شُورَىٰ بَينَهُم [17] "اور جن کا ہر کام مشورہ سے ہوتا ہے"

نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے قول و عمل سے مسلمانوں کو شوریٰ کی اہمیت و ضرورت سے آگاہ کیا ہے، حضرت علیؓ سے روایت ہے:

"فرماتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگر ہمارے درمیان کوئی واقعہ پیش آ جائے جس کے بارے میں نہ کوئی حکم قرآن میں نازل ہو نہ حدیث میں کوئی بیان ہو، تو ایسے واقعہ کے متعلق آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے فرمایا! اس بارے میں عبادت گزار اور دیانت دار ماہرین شریعت سے مشورہ لیا کرو، انفرادی رائے اختیار نہ کرو"[18]

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

مَارَاَيتُ اَحَدًا اَكثَر مَشُورَةً لِاَصحَابِه مِن رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ [19]

ترجمہ: میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے والا ہو۔

مشاورت کا حکم ہر اہم معاملے اور اس کی ہر منزل کے لئے ہے، اس کی شکل کیا ہو؟ اس کا تعین ہر زمانے کے حالات کے مطابق کیا جائے گا، لیکن اس کی روح یہ ہے کہ مشورہ ان لوگوں سے کیا جائے جو اہل حل و عقد ہوں، فہم و بصیرت رکھتے ہوں اور لوگوں کے معتمد علیہ ہوں، مسلمانوں

کے تمام اجتماعی کام مشورے سے طے ہوں اور کوئی شخص اپنی من مانی نہ کرے، کوئی اجتماعی کام جتنے لوگوں سے متعلق ہو، مشورہ میں ان سب کو یا ان کے نمائندوں کو شریک کیا جائے اور مشورہ آزادانہ، بے لاگ اور مخلصانہ ہو، اگر یہ چیزیں موجود ہوں تو شوریٰ کا حق ادا ہو جاتا ہے، خواہ اسکی شکل کوئی بھی تجویز کی جائے۔

3: فلاحی ریاست:

اسلامی ریاست کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک فلاحی اور خادم خلق ریاست ہے۔ اسلام کی نگاہ میں حکومت کا کام صرف امن و امان کا قیام اور ملکی دفاع نہیں ہے، بلکہ اس کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کی خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم بنیادی ضروریات کی فراہمی کی ضمانت دے، اگر اسلامی ریاست کی حدود میں کہیں بھی فقر وفاقہ غربت و افلاس ہے، ظلم وجور ہے، تو اس کا قلع قمع کرے اور اپنی تمام قوتیں ان انسانی مسائل کو حل کرنے کے لئے وقف کر دے

اسلام ہر فرد میں معاشی جدوجہد کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور اسے دعوت دیتاہے کہ اپنی محنت سے روزی حاصل کرے، محنت کی روزی اور پاک کمائی پر قرآن و حدیث میں غیر معمولی زور دیا گیاہے۔ اسلام انفرادی ملکیت کی بھی اجازت دیتاہے، لیکن اس کے ساتھ اس نے یہ تصور بھی پیدا کیاہے کہ یہ ملکیت ایک امانت کی طرح ہے جسے جائز اور صحیح راستوں ہی پر صرف کرنے کا اختیار ہے، نیز ہر شخص کی دولت میں اس کے اپنے حق کے علاوہ خدا اور اس کے بندوں کا حق بھی ہے۔ ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ریاست اور دوسرے انسانوں کے حقوق کو بھی ادا کرے۔[20]

اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان تمام افراد کی کفالت کا بندوبست کرے جو مجبور ہوں یا اپاہج ہوں، لاچار ہوں یا رزق سے محروم رہ گئے ہوں، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

السلطان ولی من لا ولی له [21]

"حکومت ہر اس شخص کا ولی (دست گیر و مددگار) ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو"۔

اس سرپرستی میں بنیادی ضروریات کے علاوہ، بشرط گنجائش افراد کی دوسری ضروریات کی تکمیل بھی داخل ہو جاتی ہے۔ عہد نبوی میں فتوحات کے بعد جب بیت المال میں کافی مال آنے لگا تو نبی کریم ﷺ نے یہ اعلان فرمادیا کہ جو لوگ مقروض ہوں اور وفات پا جائیں، ان کے قرضے اسلامی ریاست کے خزانے سے ادا کئے جائیں گے، فرمایا:

انا اولی بالمؤمنین من انفسھم فمن توفّی وعلیه دین فعلیّ قضاه [22]

ترجمہ: مجھ سے مسلمانوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ لگاؤ ہے، پس جو مقروض وفات پائے، اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہو گی۔

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قرض کے علاوہ مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دوسری ذمہ داریوں مثلاً بے سہارا اہل و اولاد کی کفالت کے سلسلہ میں بھی یہی اعلان فرمایا تھا:

وَمَن ترکَ مالاً فلِاہلِه ومن ترك دیناً اوضیاعاً فَإلیّ وعلیّ [23]

ترجمہ: اور جو شخص مال چھوڑ جائے پس وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے اور جو قرض یا محتاج اہل و عیال چھوڑ کر جائے تو (قرض کی ادائیگی) میرے ذمہ داری اور (بچوں کی نگرانی کا فریضہ) مجھ پر ہے۔

نبی کریم ﷺ کے بعد جو افراد اسلامی ریاست کی صدارت کے منصب پر فائز ہوئے، انہیں ان وسیع ذمہ داریوں کا پورا شعور تھا، اس حقیقت پر خلافت راشدہ کی پوری تاریخ گواہ ہے، خصوصاً کفالت عامہ کی ذمہ داری کے بارے میں حضرت عمرؓ کا تصور اتنا وسیع اور ہمہ گیر تھا کہ آپؓ

فرمایا کرتے تھے کہ اگر دار الاسلام کے حدود کے اندر کوئی جانور بھی بھوک سے مر گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ کے حضور مجھے اس کے لیے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

والَّذِی بعث محمداً صلی اللّٰه علیه وسلم بالحق لو اَنَّ جَمَلاً ضیاعاً بشط الفرات لخشیتُ ان یسالنی اللّٰه عنه۔[24]

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو برحق رسول بنا کر بھیجا، اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی اونٹ ناحق ہلاک ہو جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے اس بارے میں بازپرس کرے گا۔

4: معلم اور داعی ریاست:

اسلامی ریاست کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے سپرد محض معاشی کفالت کی ذمہ داریاں ہی نہیں ہیں، بلکہ اخلاقی تعلیم اور تہذیب و تمدن کی ترویج بھی اس کے ذمہ ہے۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

1۔ تعلیم کو ہمیشہ غیر معمولی اہمیت دی گئی اور حکومت اور اہل ثروت نے اس کی دل کھول کر سرپرستی کی۔

2۔ تعلیم کے نظام میں اولین اہمیت علوم دین کو دی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ ان تمام علوم کی ترویج کی گئی جو دفاع دین اور قیام حیات کے لئے ضروری ہیں۔

3۔ تعلیم ہر دور میں مفت رہی۔

4۔ تعلیم کے ساتھ کردار سازی اور اخلاقی تربیت ایک جزء لاینفک کی طرح موجود رہی۔

پھر یہ ریاست صرف اپنے شہریوں ہی کی تعلیم کا بندوبست کر کے مطمئن نہیں ہو جاتی، بلکہ پوری دنیا کے سامنے اسلام کی دعوت کو اپنے قول و عمل سے پیش کرتی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ [25]

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

بہر حال اسلامی ریاست ایک معلم کی طرح ہے، اسے اپنے تمام شہریوں کی تعلیم وتربیت کا بندوبست بھی کرنا ہے اور دنیا کے سامنے اسلام کی دعوت کو پیش بھی کرنا ہے۔

اسلام، اشتراکیت اور جمہوریت:

ذیل میں یہ جائزہ پیش کیا جاتا ہے کہ اسلام کا سیاسی نظام اشتراکی امریت اور مغربی طرز کی جمہوریت دونوں سے مختلف ہے۔

اشتراکیت اور اسلام:

1۔ اشتراکیت مذہب سے بیگانہ ہے اور اسلامی ریاست قانون الٰہی کی پابند ہے۔

2۔ اشتراکیت فرد کی مستقل اور جداگانہ شخصیت کو نہیں مانتی اور اسے طبقے میں ضم کر دیتی ہے، جبکہ اسلامی فرد کی شخصیت کو مستحکم کرنے اور ترقی دینے کے مواقع فراہم کرتا ہے، وہ طبقات کی نفی کرتا ہے اور تمام انسانوں کو مساوی قرار دیتا ہے۔

3۔ اشتراکیت کا نظام آمرانہ ہے جبکہ اسلام کا نظام شورائی ہے، اس میں تمام امور لوگوں کی مرضی کے مطابق طے ہوتے ہیں، ان پر اوپر سے تھوپے نہیں جاتے۔

4۔ اشتراکی نقطہ نظر سے ایک ریاست کو مطلق العنانی حاصل ہے، اس لئے شخصی آزادی اس میں ناپید ہے۔ اسلام میں ریاست کے اختیارات محدود ہیں اور حاکم کی معصیت کی صورت میں مسلمانوں کو اس کی اطاعت سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہے، وہ حکومت کو مسؤل بناتا ہے اور اسے عوام کے مشورے کا پابند بھی کرتا ہے، نیز شخصی اور سیاسی آزادی کی حقیقی ضمانت دیتا ہے۔

5۔ اسلامی حکومت مذہب کے فطری قوانین کو انسان کی بہتری کے لئے اٹل قرار دیتی ہے جبکہ اشتراکیت مذہب اخلاق اورابدی صداقتوں کو ختم کر دیتی ہے اورانہیں جدید بنیاد پر بھی استوار نہیں کرتی۔

6۔ اسلامی حکومت محدود شخصی ملکیت کو جائز سمجھتی ہے، مناسب حدتک راس المال رکھنے کی اجازت دیتی ہے، زائد سرمایہ کے لیے ملی بیت المال قائم کرتی ہے، اس میں سب کا اشتراک تسلیم کرتی ہے اوراس سرمایہ کی تقسیم سے سرمایہ و غربت کے درمیان توازن اور مساوات کو بحال رکھتی ہے۔ جبکہ اشتراکیت میں شخصی ملکیت سب سے بڑا فساد ہے اور قانوناً ناجائز، ہر سرمایہ اور ہر پیداوار (سرمایہ کا ہر حصہ) اجتماعی ملک ہے، تمام سرمایہ حکومت کی امانت میں رہتاہے اوراشتراکی بیت المال میں جمع ہوتا ہے، اس سرمایہ میں سب کا اشتراک ہے اور سب کو اس سے برابر کا حصہ ملتاہے۔ ان وجوہ کی بناپر اسلامی ریاست اشتراکی آمریت سے بالکل مختلف ہے۔

مغربی جمہوریت اور اسلام:

اسلامی ریاست مغربی جمہوریت سے بھی درج ذیل وجوہ کی بناءپر مختلف ہے۔

1۔ مغربی جمہوریت میں حاکمیت اعلیٰ کے اختیارات انسان کو حاصل ہوتے ہیں اور اسلامی طرز حکومت میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ اور اس کے قانون کو حاصل ہیں، انسان بحیثیت نائب خدا صرف اسی کے احکام نافذ کرتا ہے۔ جمہوریت کے قوانین دن بدن بدلتے رہتے ہیں، اس کے برخلاف قرآن و سنت کے احکام اٹل اور ناقابل تغیر ہیں۔ جن امور میں قرآن اور حدیث خاموش ہیں، وہاں اسلام کی تعلیمات اوراس کی روح کو پیش نظر رکھ کر قوانین بنائے جاسکتے ہیں۔

2۔ اسلام جاہ پسند، مطلب پسند اور عہدوں کے آرزو مند اشخاص کو پسند نہیں کرتا، بلکہ وہ چاہتاہے کہ ذمہ داری کے مناصب ان کو لوگوں کو دیئے جائیں جو ان کی طمع نہ رکھتے ہوں، نیز وہ

عہدیداروں اور ارباب امر کے لئے اخلاقی صفات بھی تجویز کرتا ہے، جبکہ جمہوریت ان چیزوں کی کوئی فکر نہیں کرتی۔

3۔ جمہوریت جغرافیائی قومیت کے ساتھ وابستہ ہو گئی ہے، جبکہ اسلامی ریاست ایک اصولی اور نظریاتی ریاست ہے اور اس کا پیغام عالم گیر ہے۔

4۔ اسلامی حکومت کے لیے مذہب بنیادی قانون کا درجہ رکھتا ہے، اسلامی حکومت مذہب اسلام کو عام انسانی فائدے کے لیے تمام انسانوں کا مطمح نظر بنانے پر زور دیتی ہے، لیکن دوسرے مذاہب کے ماننے والے افراد کو عقیدہ کی آزادی کا حق بھی دیتی ہے۔ جبکہ جمہوری حکومت کا کوئی سرکاری مذہب نہیں ہوتا، جمہوری حکومت نہ مذہبی ہے اور نہ مذہب کی دشمن، ہر جمہوریت اپنے جمہور کو عقیدہ اور عمل کی آزادی کا پورا پورا حق دیتی ہے۔

5۔ اسلامی حکومت امامت، خلافت اورامارت شوریٰ کا نام ہے، اس حکومت میں خدا کی مرضی اصل ہے، جمہور کا اختیار منجانب اللہ ہے اور نیابتی ذمہ داری کے طور پر ہے، جبکہ جمہوری حکومت نام ہے، جمہور کی حکومت کا، جمہوریت میں حکم سرچشمہ مرضی جمہور ہے، جمہور اپنی حکومت نظام حکومت، قانون حکومت سب کچھ خود بناتے ہیں اور خدا کے حکم کی پروا نہیں کرتے، جمہور حکومت بنا سکتے ہیں اور ہر نظام حکومت کو بدل بھی سکتی ہیں۔

حوالہ جات

---

[1] شاہین، محمد اشرف قیصرانی، اسلام کی معاشی وسیاسی تعلیمات، کوئٹہ، نیو کالج پبلی کیشنز، ص231

[2] خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل، 2009ء، ص276

[3] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، باب103:123

[4] مولانا محمد ادریس کاندھلوی، دستور اسلام، لاہور، مکتبہ عثمانیہ، ص12-13

[5] تقی عثمانی، اسلام اور سیاسی نظریات، کراچی، مکتبہ معارف، 2012ء، ص25-80

[6] مولانا گوہر رحمن، اسلامی سیاست، مردان، تفہیم القران، 1989ء، ص85

[7] الھندی، علاؤ الدین علی المتقی، کنز العمّال فی سنن الاقوال والافعال، کتاب الامارۃ، ج6: ص10

[8] الاسراء 80:17

[9] الانعام 57:6

[10] تقی عثمانی، اسلام اور سیاسی نظریات، ص173-176

[11] کنز العمال للھندی، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، ج5، ص792

[12] الحجرات 49:13

[13] محمد بن سلیمان الفاسی، جمع الفوائد، کتاب المناسك، باب التکبیر فی ایام التشریق

[14] بخاری، محمدبن اسمعیل، الجامع الصحیح، باب الکراہۃ الشفاعۃ فی الحداذا رُفع الی السّلطان

[15] مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، باب خیار الائمۃ واشرارہ

[16] ال عمران 159:3

[17] الشوریٰ 38:42

[18] کنزالعمال للھندی، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، ج5، ص812

[19] ترمذی، محمد بن عیسی، السنن، ابواب الجھاد، حدیث 1714

[20] خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، کراچی، کراچی یونیورسٹی، 1981ء، ص496

[21] السنن للترمذی، ابواب النکاح، باب ماجآءلانکاح الا بولی

[22] ابوعبیدالقاسم بن سلام، کتاب الاموال، بیروت، دارالفکر، 1979ء ص233

[23] الجامع الصحیح للمسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ

[24] ابن الاثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد، الکامل فی التاریخ، بیروت، دارالفکر، ج3، ص56

[25] آل عمران 110:3